eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

ڈاکٹر علی کاوسی نژاد
اسسٹنٹ پروفیسر, شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران، ایران

DR ALI KAVOUSI NEJAD **Email:** alikavousi7@ut.ac.ir
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Tehran, Iran

اقبال کی شاعری میں افرنگ و خاور کی کشمکش

THE CONFLICT OF EAST & WEST IN IQBAL'S POETRY

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i01.96

ABSTRACT

Iqbal must be considered the last flag-bearer of Persian poetry in the subcontinent. He poeticized his thoughts and ideas and used Urdu & Persian as a mode of expression to introduce Eastern traditions to the world. On one hand, he criticized the shallow culture and civilization of the West, on the other side he also targeted Eastern monasticism and passivism. According to Iqbal, the West is led by trade and commercialism while Eastern thoughts are still dominated by monasticism; that is why the West undergoes continuous change while the East is stranded and resists change. Iqbal desires to change the Muslim world and encourages Muslims to learn and benefit from modern Western knowledge. While the West is thriving with modern knowledge and technology, the East is rusted with old traditions and myths. Mainly Muslims were surrounded by a lot of superstitions.

KEYWORDS
Muhammad Iqbal,
East, West,
Persian Poetry,
Urdu Poetry,
Revolution,
19th Century,
20th Century

Received: 01-Jun-22
Accepted: 15-Jun-22
Online: 30-Jun-22

کلیدی الفاظ:
محمد اقبال، مشرق، مغرب, فارسی شاعری، اردو شاعری، انقلاب، انیسویں صدی، بیسویں صدی

علامہ اقبال کو برصغیر میں فارسی شاعری کی آخری کڑی سمجھ لیجیے جنہوں نے اپنے خیالات اور افکار کو شعر کا جامہ پہنایا اور مشرقی روایات کو دنیا سے متعارف کرانے کے لیے اردو اور فارسی کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ صوفیائے کرام نے برصغیر پاک و ہند میں فارسی زبان و ادب کی ترقی میں اپنا کردار ادا کیا اور یہ زبان مغلیہ بادشاہوں کی درباری زبان رہی۔ میرزا اسد اللہ خان غالب نے اپنی فارسی شاعری کو اپنے لیے فخر باعث سمجھا اور علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں غالب کو خراج تحسین پیش کیا۔

ہر چند مغلیہ سلطنت کے شیر از بکھرنے کے بعد فارسی زبان اپنی آخریں سانسیں لے رہی تھی اور اپنے اختتام تک پہنچ رہی تھی اس دور پر آشوب میں اقبال جیسے قد آور شاعر نے اپنے بلند و بالا فلسفیانہ خیالات و افکار کے اظہار کے لیے فارسی زبان کا استعمال کیا۔ علامہ اقبال جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں مسلمانوں کے دور انحطاط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا تھا اور دوسری طرف انگریزوں کے سیاسی حربوں کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ شکست و ریخت سے دوچار ہوئی تھی۔ ایران میں قاجاری حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی اسی اثنا میں رضا شاہ پہلوی نے قاجاری حکومت کے آخری بادشاہ کو تخت سلطنت سے ہٹایا اور یوں ایران میں پہلوی دور حکومت شروع ہوا۔ سلطنت عثمانیہ کو جب انگریزوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو ترکی میں مصطفی کمال پاشا آتاتورک اقتدار میں پہنچے۔

اٹھارہ سو ستاون کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انگریز ہندوستان پر اپنا قبضہ جما چکے تھے۔ ہندوستان میں آزادی کی تحریکیں شروع ہونے لگیں جن میں آل انڈیا کانگریس اور مسلم لیگ کی پارٹیاں اپنے عروج پر تھیں اور ہندوستانی مسلمان اپنے واقعی تشخص کے لیے کافی سرگرم تھے۔ علامہ اقبال مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے شکوہ سنج تھے اور اپنی اردو فاری شاعری میں مسلمانوں کی حکومت کی تجدید نو کے علمبردار تھے۔ علامہ اقبال اپنے عہد میں وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے نہ صرف اپنی اردو فارسی شاعری میں اپنے اعلی فلسفیانہ افکار و خیالات سموئے ہیں بلکہ امت مسلمہ کے اتحاد اور ان کی عظمت رفتہ کی تجدید نو کو اپنی شاعری کے ذریعے روشناس کرانے کی بات کی ہے۔

علامہ اقبال نے جہاں مغربی تہذیب و ثقافت کے کھوکھلے نظام اور افرنگ کی دل آویزی اور فریب کاری پر کڑی تنقید ہے وہاں مشرق کی رہبانیت اور اس کی بے عملی و سست روی کو آڑے ہاتھوں میں لیا ہے۔

علامہ اقبال ارمغان حجاز میں مشرق و مغرب کا یوں موازنہ کیا ہے:

ضمیرِ مغرب ہے تاجرانہ، ضمیرِ مشرق ہے راہبانہ
وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ
کنارِ دریا خضر نے مجھ سے کہا بہ اندازِ محرمانہ
سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ
حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خانقاہی
انہیں ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگ آستانہ
غلام قوموں کے علم و عرفاں کی ہے یہی رمز آشکارا

زمین اگر تنگ ہے کیا ہے، فضائے گردوں ہے بے کرانہ
خبر نہیں کیا ہے نام اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ
مری اسیری پہ شاخِ گُل نے یہ کہہ کے صیاد کو رُلایا
کہ ایسے پُر سوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ (1)

علامہ اقبال کے مطابق مغرب کے مزاج میں تجارت اور لین دین کا مادہ موجود ہے لیکن مشرق کے ذہن و فکر پر رہبانیت سوار ہے جس کی وجہ سے مغرب کی دنیا میں ہمیشہ ہمیں تبدیلی نظر آتی ہے لیکن مشرق کی سرزمین تبدیلی کے عمل سے نہیں گزرتی۔ اقبال اپنے دور کے وہ مفکر اور مصلح ہیں جنھوں نے برجستہ اور واضح انداز میں برصغیر میں موجود خانقاہوں کے فرسودہ خیالات و افکار اور ان کی سست روی اور لا عملی پر تنقید کی۔ ہندوستان میں کئی عرصے تک اسلامی حکومتیں چلتی رہیں اور مسلمان بادشاہ اپنی حکمت عملی سے اس خطے ارضی کی خدمت ہمہ وقت منہمک رہے لیکن انگریزوں نے تجارت کی غرض سے ہندوستان میں داخل ہو کر اپنی سازشوں سے مسلمان بادشاہوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور یوں مغلیہ سلطنت کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے بکھر گیا اور مغل کا آخری بادشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر رنگون میں کس مپرسی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ مغلیہ سلطنت کی درباری زبان فارسی رہی اور فارسی زبان کو اس دور میں کافی فروغ ملا لیکن انگریزوں نے فورٹ ولیم کالج کے قیام سے فارسی زبان کو ہندوستان سے ختم کیا اور فارسی ء عربی، سنسکریت سے بہت سی داستانیں اردو میں منتقل ہوئیں ہر چند اردو زبان کو فورٹ ولیم کالج کی وجہ سے کافی فروغ ملا لیکن فارسی کی جو پرانی روایت ہندوستان میں چلی آ رہی تھی وہ یکسر ختم ہوئی اور فارسی جاننے والوں کی تعداد میں کافی کمی آئی۔ مرزا اسد اللہ خان غالب مغلیہ سلطنت کے دور میں وہ آخری اردو فارسی ہیں جنھوں نے نہ صرف اردو میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے بل بوتے منظوم و منثور تصانیف چھوڑیں بلکہ فارسی میں بہت بلند مرتبہ شاعر اور نثر نگار شمار کیے جاتے تھے جو اپنی فارسی شاعری پر بہت فخر کرتے تھے۔ اسد اللہ خان غالب کے بعد ہندوستان میں اردو فارسی شاعری میں جنھوں نے اپنا فن کا لوہا منوایا وہ علامہ محمد اقبال ہیں جو اردو اور فارسی کے نابغہ روزگار شاعر فلسفی ہیں۔ ہر چند انہوں نے کبھی بھی ایران کی سرزمین پر قدم نہیں رکھا لیکن اپنی فارسی شاعری سے فارسی ادب اور سرزمین عجم کی بہت خدمت کی۔ علامہ اقبال اپنے بلند و بالا افکار و خیالات فارسی زبان میں شاعری میں پیش کیے اور عجم والوں کو اس ستارہ بلند شرق پر ہمیشہ فخر ہے جو نہ صرف اردو فارسی ادب کو فروغ دینے میں اہم کردار نبھایا بلکہ اپنے فلسفیانہ افکار کی ترویج و اشاعت کے لیے فارسی جیسی میٹھی زبان اپنائی۔

علامہ اقبال مسلمان ممالک میں تبدیلی لانے کے خواہشمند ہیں وہ مسلمانوں کو مغرب کے جدید علم و فن سے فائدہ اٹھانے کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ مغربی دنیا جدید علوم و فنون سے آراستہ ہے لیکن مشرق میں فرسودہ رسوم و روایات نے دلوں کو زنگ آلود کیا ہے خاص کر مسلمانوں میں خرافات اور توہمات کی بہتات ہیں۔ اقبال کی اردو کی ابتدائی نظموں میں مغرب کے تاجرانہ نظام پر کڑی تنقید ضرور ملتی ہے اور انہوں نے مغربی دنیا کے سرمایہ دارانہ نظام کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں:

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہو گا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہو گا(2)

اقبال نے اپنی اس نظم میں دیار مغرب کے رہنے والوں کو متنبہ کیا ہے اور ان کی تہذیب کے ناپائیدار ہونے کی خبر سنا دی ہے اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنی قوم کو ظلمت شب سے چھڑانے کی نوید سنائی ہے۔ اقبال کے دل میں مسلمانوں کے لیے نیک خواہشات ہیں اور وہ مسلم امہ کی عظمت رفتہ کو بحال کرانے کے درپے ہیں۔ اقبال نے میر کاروان بن کے مسلمانوں کو ظلمت شب کے اندھیروں سے نجات دلا کر روز روشن کے اجالوں کی طرف لے جانے کا عزم کر رکھا ہے۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہو گا(3)

اقبال اپنی مشہور فارسی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" افرنگ اور خاور کے خصائص کا آپس میں موزانہ کیا ہے۔ ان کے خیال میں افرنگ چالاکیوں، فریب کاریوں کا گہوارہ ہے جو اپنے مفادات کے پیش نظر بغیر کسی حرب و ضرب کے مشرقی اقوام کو ذلت و حقارت کا نشانہ بناتا ہے۔ زخم و نشتر اسی کے ہیں اور ہم ہیں جو اس سے رفو کی امید رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال اپنی اس نظم میں افرنگ کی منفی خصوصیات گنوائی ہیں اور خاور نشینوں پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ کبھی افرنگ سے خیر کی امید نہ رکھیں کیونکہ وہ اپنے سیاسی حربوں سے خاور کو کمزور کرنے کی سنجیدہ کوشش کرتا ہے۔ مذکورہ نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

دانی از افرنگ و کار فرنگ
تا کجا در قید زنار فرنگ؟
زخم ازو نشتر ازو، سوزن ازو
ما و جوی خون و امید رفو!
خود بدانی بادشاہی قاہری است
قاہری در عصر ما سوداگری است
کشتن بی حرب و ضرب آئین اوست
مرگہا در گردش ماشین اوست
بوریای خود بہ قالینش مدہ
بیذق خود را بہ فرزینش مدہ (4)

اقبال دیار خاور کے رہنے والوں کو اس بات کی یقین دہانی کرنا چاہتا ہے کہ تم لوگ اپنے فکر و فن اور طاقت پر بھروسا کر لو، اپنی سرزمین کی پیداوار سے اپنی بنیادی ضروریات پورا کرو۔ افرنگ تمہارے ریشم کو لے کر اس سے بہت اعلی و خوبصورت

قالین بناتا ہے پھر اسے مہنگے داموں میں تمہیں واپس کرتا ہے۔ یوں مغرب بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے تم لوگوں کے خون چوستا رہتا ہے۔ اقبال مغرب اور مغربی حکام کی چالاکیوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور ایشیا والوں کو بھی باخبر رہنے کا پیغام سناتے ہیں۔ علامہ اقبال آگے "مرد حُر" کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جو چیز تمہاری مٹی سے اگتی ہے وہی چیز بیچو، وہی پہنو اور وہی کھالو۔ نیک لوگ جو اپنے مستقبل کی فکر میں ہیں انہوں نے بھی اپنے قالین خود بُن لیے ہیں۔ عصر حاضر کے حالات و واقعات سے تم بے خبر ہو پھر تم یورپ کی چالاکی اور فریب کاری دیکھ لو۔ یورپ والے تمہارے ریشم سے قالین بنا کر تمہارے سامنے فروخت کے لیے پیش کرتے ہیں اور تم اس کی خوبصورتی اور بوقلمونی کے سحر و فسون میں آکر دھوکہ کھاتے ہو۔ اقبال یورپ میں رہ کر اس سرزمین کے رہنے والوں کے افکار و خیالات اور ان کی چالاکیوں سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ مشرق کے سادہ دل لوگوں پر وہ ہمیشہ نالہ سنج ہیں اواپنی اردو فارسی شاعری کے ذریعے اہل مشرق خاص طور پر مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی سعی پیہم کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو اس وقت اچھی قیادت حاصل نہیں تھی اور مغرب کے ابلیسوں نے اپنی چالاکی سے مشرق کو اپنے ناپاک عزائم کا مرکز بنایا ہے۔

آنچہ از خاک تو رُست ای مرد حُر
آن فروش و آن بپوش و آن بخور
آن نکوبینام کہ خود را دیدہ اند
خود گلیم خویش را بافیدہ اند
ای ز کار عصر حاضر بی خبر
چرب دستیہای یورپ را نگر
قالی از ابریشم تو ساختند
باز او را پیش تو انداختند
چشم تو از ظاہرش افسون خورد
رنگ و آب او ترا از جا برد (5)

علامہ اقبال جس عہد میں رہتے تھے تو وہ دور مسلمانوں کے زوال کا دور تھا۔ اس عہد میں برطانوی سامراج پورے خطے پر اپنا قبضہ جما چکی تھی اور خلافت عثمانیہ کافی حد تک کمزور ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کے خلاف مغربی طاقتیں ہمہ وقت مصروف عمل تھیں، خاص کر مشرق وسطی میں ایک نامشروع یہودی ریاست کی بنیاد 1948ء میں برطانیہ کے ذریعے رکھی گئی جس کا مقصد فلسطینی سرزمین پر قبضہ جمانا تھا۔ خلافت عثمانیہ کی عرب ریاستیں تقسیم کی گئیں اور یوں مسلمانوں کی صفوں میں شکن پڑ گئی اور مسلمانوں کی حکومت شکت و ریخت میں مبتلا نظر آرہی تھی۔ ہندوستان میں مسلم لیگ کے قیام سے مسلمانوں میں اپنی آزادی اور حق خود ارادیت کے لیے سنجیدہ کوششیں سامنے آئیں اور برطانوی سامراج برصغیر پاک و ہند میں اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ مسلمانوں کو ایک الگ اسلامی ریاست پاکستان کے نام سے سنہ 1947ء حاصل ہوئی جس میں وہ اپنے اسلامی عقائد کے

مطابق رہ سکتے تھے۔ یہ وہ خواب تھا جو علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں سنہ 1930ء میں پیش کیا اور اس خواب کی تعبیر سنہ 1947ء میں سچ ثابت ہوئی ہر چند اقبال پاکستان وجود آنے سے پہلے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

بیسویں صدی میں علامہ اقبال وہ واحد اسلامی مفکر فلسفی شاعر ہیں جن کو مسلمانوں کے مستقبل کی ہمیشہ فکر رہتی ہے اور اپنی فارسی اور اردو شاعری کے ذریعے مسلم امہ کی خواب غفلت سے بیداری کی سوچ رکھتے ہیں۔ ان کے بلند و بالا خیالات و افکار کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی گئی جس کے نتیجے میں ہندوستان میں اسلامی تشخص کو بر قرار رکھنے کے لیے ایک اسلامی ریاست پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشے پر ابھر کر سامنے آتا ہے۔ ایران پہلا اسلامی ملک ہے جس نے پاکستان کو تسلیم کیا۔ علامہ اقبال کی فارسی شاعری اور ان کے اعلی خیالات و افکار کی ایران میں اچھی پذیرائی ملتی ہے چنانچہ علامہ اقبال کی فارسی نظمیں تعلیمی نصاب میں شامل ہوتی ہیں۔ اقبال کی نظم "از خواب گران خیز" ایرانی اسکولوں کے فارسی نصاب میں شامل ہے مندرجہ ذیل نظم میں وہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر بات کرتے ہیں۔ اس نظم میں وہ مسلمانوں کی خواب غفلت سے بیداری کی سوچ رکھتے ہیں۔ نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خاور ھمہ مانند غبار سر راھی است
یک نالہ خاموش و اثر باختہ آہی است
ہر ذرہ این خاک گرہ خوردہ نگاہی است
از ہند و سمرقند و عراق و ہمدان خیز
از خواب گران خواب گران خواب گران خیز
از خواب گران خیز
فریاد از افرنگ و دلآویزی افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ
معمار حرم باز بہ تعمیر جہان خیز
از خواب گران خواب گران خواب گران خیز
از خواب گران خیز (6)

علامہ اقبال نے اپنے اعلی و ارفع نظریات اور پیغامات فارسی شاعری کے ذریعے اہل مشرق کو سناتے ہیں اور عجم کی پوری سرزمین سے فارسی زبان میں مخاطب ہیں۔ اقبال کو فارسی شاعری میں ملکہ حاصل تھی اور وہ شعر کہتے ہوئے ایک الہامی کیفیت سے گزرتے ہیں۔ وہ جس زبان میں شاعری کرتے تھے جو نہ ان کی مادری زبان تھی اور نہ ہی انہوں نے اپنی پوری زندگی میں ایران کا سفر کیا لیکن بہت بلند افکار اور نظریات اسی زبان میں ان پر وارد ہوتے ہیں اور یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک روحانی کیفیت سے یوں گزرتے ہیں جیسے وہ عالم بالا سے ہمہ وقت مربوط ہوں۔

" از خواب گران خیز " کی فارسی نظم میں علامہ اقبال پورے مشرق وسطیٰ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا عزم رکھتے ہیں چنانچہ ہند، سمرقند، عراق و ہمدان کے رہنے والو کو باخبر کرتے ہیں۔ لگتا ہے افرنگ اپنی پوری چالاکیوں سے ہندوستان اور مشرق وسطیٰ پر اپنا قبضہ جمانے کی پیہم کوشش کرتا ہے اور اقبال وہ واحد مفکر فلسفی شاعر ہیں جو اپنی دل افروز بصیرت سے اپنی امت کو ظلمت سے روشنائی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ علامہ اقبال خود مغرب میں رہ کر ان ممالک کی سیاسی قیادت اور ان کی مکاریوں سے بخوبی واقف ہیں۔ انہیں مغربی دنیا کے تمام ان پوشیدہ رموز سے آشنائی ہے جو اس دور کے مسلمان ممالک کے سربراہ شاید ان سے بے خبر تھے۔

علامہ اقبال افرنگ کی چنگیزی اور پرویزی سے بخوبی واقف ہیں اور مسلمانوں کو یہ واضح پیغام سناتے ہیں کہ اپنی دنیا کی پھر سے تعمیر کرو اور خواب غفلت سے اٹھ کر افرنگ کی سازشوں کا مقابلہ کرو۔ اقبال نے بڑی ذہانت اور ذکاوت سے "چنگیزی" صفت کو افرنگ کے لیے چن لی ہے۔ وہ ایسی صفات و خصوصیت سوچ سمجھ کر افرنگیوں کے لیے منتخب کرتے ہیں جن میں ذرہ برابر شک و تردید نہیں پایا جاتا۔ اگر مسلمانوں کے آج کل کے ممالک اور معاشروں پر گہری نظر ڈالی جائے تو واقعی وہ افرنگ کی چالاکیوں اور چنگیزیت کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے آپس میں نہ ہی دوستی بلکہ عداوتیں چل رہی ہیں۔ مغربی دنیا نے اپنے ہتھکنڈوں سے مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کو یرغمال بنا کر ان کے تیل، معدنیات اور زیر زمینی ذخائر پر قبضہ کر لیا ہے۔

امریکا نے عراق اور افغانستان پر جھوٹے بنیادوں پر حملہ کر کے ان ممالک کے ذخائر پر نہ صرف اپنا تسلط قائم کیا بلکہ یہاں دہشتگردی کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ چنگیزی عنصر اور کیفیت تو اہل یورپ اور خاص کر امریکا میں پائی جاتی ہے جو بے بنیاد وجوہات کی بنا پر بیچارہ نہتے مسلمانوں کے ممالک پر حملہ کر کے لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو خون سے نہلاتے ہیں اور اپنے ہتھیار ساز کارخانوں کی پیداوار کی فروخت انہی مظلوم مسلمانوں کو کرتے ہیں۔ ان میں دشمنی اور منافقت کے بیج بو کر ان کو آپس میں لڑواتے ہیں اور مسلمان ممالک خانہ جنگیوں میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں۔ یوں علامہ اقبال نے بہت گہری نظری سے افرنگ کی چالاکیوں اور فریب کاریوں سے بخوبی آشنا تھے لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج کل بھی یہ مسلمان اپنے حقیقی دشمنوں سے پھر بھی نا آشنا ہیں اور اے ک دوسرے پر بے بنیاد الزامات لگانے میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنے افکار اور خیالات کو خطے کے لوگوں تک پہنچانے کے لیے فارسی زبان کا سہارا لے کر مسلمانوں کو اپنا راستہ دکھایا۔ برصغیر پاک وہند میں فارسی زبان وادب کی پرانی روایت چلی آ رہی تھی اور ہندوستان میں انگریزوں کے سامراجی نظام نافذ ہونے کے باوجود علامہ اقبال وہ واحد "ستارہ بلند شرق "ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو غلامانہ ذہن و عمل اور سامراجی قوتوں کے تسلط سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔ ان کے یہ بلند و ارفع خیالات کے نتیجے میں ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست " پاکستان" کا قیام عمل میں آیا اور ایران میں بھی سنہ 1979ء میں انقلاب آیا جس کے متعلق بعض محققین کا خیال ہے کہ اس انقلاب کے پیچھے علامہ اقبال کے افکار ضرور پوشیدہ ہیں۔ ایک ایسی اسلامی ریاست جس میں تمام مسلمان اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ علامہ اقبال اپنی ایک فارسی غزل " ای جوانان عجم "بڑے خوبصورت انداز میں انقلاب ایران کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

چون چراغ لالہ سوزم در خیابان شما
ای جوانان عجم جان من و جان شما
می رسد مردی کہ زنجیر غلامان بشکند
دیدہ ام از روزن دیوار زندان شما
حلقہ گرد من زنید ای پیکران آب و گل
آتشی در سینہ دارم از نیاکان شما (7)

علامہ اقبال خود کو ایک ایسے فروزان چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں جو جوانانِ عجم کی سرزمین کو روشنائی بخشتا ہے اور ان کے لیے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ آگے وہ جوانانِ عجم کو جو قید و بند کی مشقت میں مبتلا ہیں، یہ نوید سناتے ہیں کہ ایک مرد حُر آ کر غلاموں کی زنجیریں توڑ ڈالے گا اور انہیں غلامی سے نجات دے گا۔ یہ مرد حُر کون ہے؟ بعض محققین کا خیال ہے کہ اقبال اس نظم میں انقلاب ایران کی نوید سناتے ہیں اور وہ مرد امام خمینی (رح) ہوں گے۔ البتہ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کی جاتی کہ علامہ اقبال شاید فقہ جعفری کے عقائد کے مطابق مہدی موعود(عج) کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اپنی آمد سے مسلمانوں کو غلامی کی ذلت سے نجات دیں گے۔ علامہ اقبال مذکورہ بالا کے آخری شعر میں جوانانِ عجم سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے عجم کے جوانو! میرے قریب آجاؤ، یعنی میرے افکار بخوبی سمجھ لیجیے کیونکہ میرے اندر آپ کے اباواجداد سے ایک آگ ہے یعنی میں آپ کے اجداد کی سی شعلہ بیانی رکھتا ہوں۔

آج کل کے زمانے میں اسلامی ریاستوں میں مختلف قسم کی فرقہ بندیاں شروع ہو چکی ہیں اور مسلم دنیا کی وحدت پر کاری ضرب لگی ہے اب مسلمان ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔ ان کے آپس میں عداوتیں بڑھ گئی ہیں اور یہ وہ مقصد ہے جس کے تحت مغربی ممالک مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی پالیسی سے ان کے ذخائر پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال اپنی فارسی شاعری میں افرنگ کی مکاری کی یوں جھلک دکھاتے ہیں:

لرد مغرب آن سراپا مکر و فن
اہل دین را داد تعلیم دین
او بفکر مرکز و تو در نفاق
بگذر از شام و فلسطین و عراق
تو گر داری تمیز خوب و زشت
دل نبندی با کلوخ و سنگ و خشت (8)

وہ مغرب اور یورپ کے لارڈ کی بات کرتے ہےن جو اہل دین اور مسلمانوں کو دین کی تعلیمات دیتا ہے۔ خود وحدت اور اتفاق کی بات کرتا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑنے پر اکساتا ہے۔ علامہ اقبال انہی مسلمانوں کو ایک مفید مشورہ دیتا ہے کہ تم، فلسطین اور عراق کی الگ الگ سے بات مت کرو بلکہ آپس میں متفق ہو جاؤ اور تفراقہ فکنی سے بچ کے رہو۔

علامہ اقبال نے اپنے فارسی مجموعہ کلام "جاوید نامہ" میں شرق و غرب کا موازنہ کیا ہے۔ اقبال کے خیال میں مغرب کی قوت اور اس کی ترقی کے رموز صرف نغمہ و ساز و سرود اور زیبا رو لڑکیوں کے ناچ گانے اور ان کی بے پردگی، مغرب کی لادینیت اور اس کے لاطینی رسم الخط میں مضمر نہیں بلکہ مغرب نے اپنے علم و فن نے اپنا چراغ جلا رکھا ہے۔

اقبال کی نگاہ میں مغرب کی حکمت اور دانائی بال کاٹنے اور چھوڑنے اور اپنی ہیئت کذائی پر توجہ دینے پر نہیں اور یوں پگڑی و عمامہ علم حاصل کرنے کی راہ میں حائل نہیں ہیں۔ وہ جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ علم حاصل کرنے کے لیے دماغ اور ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ مغربی باشندوں کی چال پر چلنا اور ان کی طرح خوبصورت کپڑے زیب تن کرنا اور اپنا حُلیہ بگاڑنا۔

اقبال علم حاصل کرنے کے لیے ایک فکر چالاک اور ایک طبع درّاک پر زور دیتے ہیں اور اپنی ہیئت کذائی میں تبدیلی لانے کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ مغربی ظواہر کے بجائے مغربی علم، فن و ہنر سیکھنے اور مغربی طرز کی تقلید کے بجائے مغرب پر تنقید کرنے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ علامہ اقبال نوجوان نسل کو مغربی رویوں کی تقلید کے بجائے ان کے علم و دانش سے فیض یاب ہونے کا مشورہ دیتے ہیں۔

کسی زمانے میں سائنسی علوم عربی اور فارسی زبان میں ہوا کرتے تھی اور مسلمانوں کا دور عروج تھا لیکن شومی قسمت سے مسلمانوں کے معاشروں میں اضمحلال کا دور آ گیا اور مغربی دنیا نے عربی اور فارسی زبان سے بہت سے علوم کی کتبیں انگریزی میں منتقل کر دیں اور مغرب کی بہت اعلی اور سربر آوردہ یونیورسٹیوں میں آج کل مسلمان سائنسدانوں کی کتب کے انگریزی تراجم پڑھائے جاتے ہیں۔ مشہور ایرانی طبیب اور عالم ابو علی سینا کی کتابین یورپ اور امریکا کی یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کے زینت بن چکی ہیں اور علم طبابت میں یورپ والے ہم سے کئی گنا ترقی کر چکے ہیں۔ فارسی کلام اقبال کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شرق را از خود برد تقلید غرب
باید این اقوام را تنقید غرب
قوت مغرب نہ از چنگ و رباب
نی ز رقص دختران بی حجاب
نی ز سحر ساحران لالہ روست
نی ز عریان ساق و نی از قطع موست
محکمی او را نہ از لادینی است
نی فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است
از ہمین آتش چراغش روشن است
حکمت ار قطع و برید جامہ نیست

مانع علم و ہنر عمامہ نیست
علم وفن را ای جوان شوخ و شنگ
مغز می باید نہ ملبوس فرنگ
اندرین رہ جز نگہ مطلوب نیست
این کُلہ یا آن کُلہ مطلوب نیست
فکر چالاکی اگر داری بس است
طبع درّاکی اگر داری بس است (9)

اقبال اپنے دور میں ایک ایسے مفکر اور شاعر کے طور پر مشرق کی سرزمین میں ابھر کر سامنے آئے جو نہ صرف اردو فارسی ادب سے گہری واقفیت رکھتے تھے بلکہ مغرب کی سرزمین اور اس کی سیاسیات سے بخوبی آگاہ تھے۔ انگلستان اور جرمنی کی یونیورسٹیوں میں اعلی تعلیم کے دوران سیاسیات افرنگ ان پر واشگاف ہوئے اور وہ افرنگ کی چالاکیوں کی بوقلمونی سے روشناس ہوئے۔

اقبال نے ہر چند مغربی تہذیب وتمدن پر تنقید کی ہے اور اس کے کھوکھلے معاشرے پر کڑی تنقید کی ہے اس کے ساتھ ساتھ سیاست افرنگ پر بہت گہری نظری رکھتے ہیں۔ اقبال نے اپنے اردو مجموعہ کلام "ضرب کلیم" میں "سیاست افرنگ" کی نظم میں مغرب کی سیاست اور اس کے ابلیسی نظام پر یوں ضرب لگائی ہے:

تری حریف ہے یارب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تُو نے
بنائے خاک سے اُس نے دو صد ہزار ابلیس (10)

اقبال نے ان اشعار میں سیاست افرنگ کو رب کائنات کی حریف بنادی ہے اور ان کے پجاریوں کو صرف امیر و رئیس طبقہ گردانتے ہیں۔ اللہ سے مخاطب ہو کر اقبال بڑی بے باکی سے کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے آگ سے ایک ابلیس بنادیا اور افرنگ نے تو مٹی سے دو لاکھ ابلیس بنا رکھے ہیں۔

اقبال کے فکر و ذہن میں ایسے افکار اور خیالات مغرب میں رہ کر آئے ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے افرنگ کو قریب قریب دیکھا ہے اور ان کی سازشوں اور فریب کاریوں سے بخوبی آشنا ہیں۔ اقبال مشرقی اور اسلامی ممالک میں تبدیلی لانے کے خواہشمند ہیں اور انہوں نے اپنے اردو فارسی اشعار میں جابجا اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"جمعیت اقوام مشرق" کی اردو نظم میں اقبال مشرقی خطے کے لیے جنیوا جیسے مرکز کا تصور بھی پیش کرتے ہیں۔ آپ کے خیال میں اقبال کونسے شہر کو مشرقی خطے کا مرکز و محور تصور کرتے ہوں گے؟ شاید آپ کے وہم و گمان تک نہ گزرا ہو گا۔ جی

ہاں اقبال "تہران" کو عالم مشرق کا جنیوا تصور کرتے ہیں اور کیا اقبال کا یہ خواب مستقبل میں پورا ہو گا کہ نہیں۔ ضرب کلیم کے مجموعے میں اپنی اردو نظم "جمعیت اقوام مشرق" میں وہ یوں نغمہ سنج ہیں:

دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اُس خواب کی تعبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے (11)

علامہ اقبال نے کرہ ارض کی تقدیر بدل جانے کے لیے تہران کو عالم مشرق کا مرکز و محور تصور کرتے ہوئے خوش نظر آتے ہیں۔ وہ ایک طاقتور اور مستحکم مشرق کا خواب دیکھنا چاہتے ہیں جس میں اہل مشرق، اپنی پوری آزادی کے ساتھ اپنے ملکوں کی ترقی اور خوشحالی کے لیے فیصلے کریں اور اپنی خودی کی پہچان کر لیں۔

اگر ہم اقبال کے انہی خیالات و افکار کو عصر حاضر کے موجودہ حالات کے پیش نظر سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے مغربی سامراج اسلامی ریاستوں پر اپنا قبضہ جمانے کی جدوجہد میں کافی آگے نکل چکی ہے۔ امریکی فوج کی بڑی تعداد افغانستان میں تعینات کی گئی تھی جو مختلف سرگرمیوں میں ملوث نظر آتی تھی۔ چرس وافیون اور انسانی اسمگلنگ سے لے کر افغانستان کے معدنی ذخائر اور قیمتی پتھروں کی لوٹ مار تک امریکی اور یوروپی کمپنیاں ملوث نظر آتی تھیں۔

افغانستان میں امن قائم کرنے کے بہانے اس خطے میں مختلف اقوام کی آپس میں نفرتیں اور عداوتیں پھیلانے میں امریکا نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ افغانستان میں نام نہاد دہشت گرد جہادی گروہوں کے ہاتھوں ہر مہینہ بڑی تعداد میں بے گناہ نہتے لوگوں کے خون بہا دیے جاتے تھے۔ امریکا کی افغان حکومت کے سیاسی معاملات میں دخل اندازی اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ امریکا نے خطے میں ناامنی پھیلانے کے منصوبے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ علامہ اقبال انہی افغان قوم کی بہادری سے متاثر ہو کر ان کی عظمت کے یوں معترف ہیں:

افغان باقی کہسار باقی
الحکم للہ الملک للہ

علامہ اقبال نہ صرف اردو اشعار میں بلکہ اپنے فارسی شاعری میں بھی افغان قوم سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا ہے خاص طور پر مثنوی مسافر، پیام مشرق اور جاوید نامہ میں افغانستان کے مشہور و معروف شعراء، امرا اور بادشاہوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی مدح سرائی بھی کی ہے۔ خاص طور پر امان اللہ خان اور نادر شاہ کی مدح میں بہت عمدہ اشعار نظم کیے ہیں۔

علامہ اقبال جاوید نامہ میں احمد شاہ ابدالی سے مخاطب ہو کر ایشا کو ایک ایسا پیکر آب و گل کے طور پر پیش کرتے ہیں جس کا دل افغان قوم ہے۔ اقبال اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر افغانستان پر امن رہے تو پورے ایشا میں امن اور سلامتی قائم رہے گی اور یوں افغانستان میں بدامنی اور افراتفری و خانہ جنگی پورے ایشا کو اپنی لپیٹ میں لے گی اور یہ خطہ ہمیشہ کے لیے اپنے باشندوں کے لیے بدامن رہے گا۔

اگر افغانستان کے حالات حاضرہ پر گہری نظر ڈالی جائے تو یہ بات سو فیصد درست ثابت ہوتی ہے۔ جب افغانستان پر امریکا کا قبضہ طاری ہوا تو سالانہ لاکھوں افغان باشندے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ جو بد امنی ہمیں افغانستان میں نظر آتی ہے وہ افرنگیوں کی سازشوں کی وجہ سے سامنے آئی اور یوں افرنگ نے اپنی چال بازی سے ایشاوالوں کو آپس میں لڑانے میں کامیاب نظر آتی ہے۔ علامہ اقبال کے جاوید نامہ کے چند فارسی اشعار افغانستان کی اہمیت کے حوالے سے ملاحظہ ہوں:

آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغان در ان پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا
در کشاد او کشاد آسیا
تا دل آزاد است آزاد است تن
ورنہ کاہی در رہ باد است تن (12)

جب تک جان و دل آزاد رہے تو جسم و پیکر آزاد رہے گا ورنہ یہ دل و جان ہوا کی زد میں ایک بے جان کاہ کے برابر ہے۔ افرنگ اور خاور کے موضوع پر اقبال کی بہت گہری نگاہ ہے۔ وہ بیک وقت مغرب و مشرق کی خصوصیات و کیفیات، سیاسیات اور جغرافیائی حالات سے باخبر ہیں۔ اقبال نے اپنی اردو فارسی شاعری میں مشرق کی سرزمین کے حوالے سے پیشین گوئی کی ہے اور ان کے اشعار آج کل کے حالات پر صادق آتے ہیں۔ ایشیا اور خاص طور پر افغانستان ایک نازک اور پر تلاطم دور سے گزر رہے ہیں۔ مشرق وسطی میں یہود و افرنگ کی سازشوں کی وجہ سے مبتلائے درد و الم ہے اور یہاں کے مسلمان باشندوں کے آپس میں مختلف طرح کی عداوتیں چل رہی ہیں۔

علامہ اقبال نے افرنگ کی تہذیب کے حوالے سے بہت عمدہ سی باتیں کہہ دی ہیں۔ وہ اس باور پر ہیں کہ افرنگ کی تہذیب میں اتنی رنگارنگی اور دلچسپی ہے جسے دو سو جنتوں سے تشبیہ دے سکتی ہے جس کے جلوؤں نے بہت سے گھر برباد و تباہ کر دے ہیں۔ اس کے جلوؤں میں اتنے طلسم و جادو ہیں جس کے مقابلے میں بہت سے بت خانے بھی سرنگون ہیں۔

علامہ اقبال مشرق کی تقدیر اور انجام کو نامعلوم تصور کرتے ہیں جو ظاہری آب و رنگ پر فریفتہ ہو چکا ہے اس کا خیر کوئی خاص انجام نہیں۔ اقبال کے ان اشعار سے جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں کہ خاور کے باشندے جب تک افرنگ کی ظاہری تہذیب پر توجہ دیں گے اور اس کے خوبصورت نقش و نگار کے دھوکے میں آئیں تو ان کی تقدیر کبھی بھی نہیں بدل سکتی۔ ان کے خیال سے افرنگ کے علم و دانش سیکھ کر ایشاوالے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

1. اقبال، کلیات اقبال، اقبال اکادمی، لاہور، 2007، ص749
2. ایضاً، ص167
3. ایضاً، 168
4. اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص842-843
5. ایضاً۔ ص843
6. اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص473-475
7. اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص517
8. ایضاً، ص650
9. ایضاً۔ ص766
10. اقبال، کلیات اقبال، اقبال اکادمی، لاہور، 2007، ص654
11. ایضاً، ص659
12. اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص765-766